اسلامی ادب

مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی

مطبوعات اشاعت اسلام ٹرسٹ ـــــــــ ۳۷۵

بارِ اوّل ـــــ فروری ۱۹۷۹ء ـــــــ ۴۰۰۰
بارِ دوم ـــــ مئی ۱۹۹۰ء ـــــــ ۲۰۰۰

قیمت :- ۵۰/۱

مطبوعہ
جے۔کے آفسٹ پرنٹرز، دہلی ۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادب کی تعریف

علمی لحاظ سے ادب کی تعریف ادیبوں اور فلسفیوں نے چاہے کچھ بھی کی ہو لیکن میرے ذہن میں ادب کا تصور یہ ہے کہ وہ حسنِ کلام اور تاثیرِ کلام کا نام ہے۔ جو چیز ادب کو عام انسانی گفتگوؤں اور تقریروں سے ممیز کرتی ہے وہ کلام کا حسن اور تاثیر ہے۔ جب انسان اپنی بات کو خوبصورت طریقے سے ادا کرتا ہے اور اتنے موثر طریقے سے ادا کرتا ہے کہ سننے والا اثر قبول کرے اور جو کچھ بات کرنے والا چاہتا ہے وہ اثر ڈال سکے، اس نوعیت کے کلام کو ہم ادب کہتے ہیں۔

ادب کی اقسام

ادب کی تقسیم مختلف لوگوں نے مختلف کی ہے۔ اس کی بہت سی اقسام قرار دی جاتی ہیں لیکن اسلامی نقطۂ نگاہ سے ہم اس کی تین بڑی اقسام قرار دے سکتے ہیں۔

۱۔ ناجائز ادب

۲۔ جائز ادب

۳۔ اسلامی ادب

ناجائز ادب

الف۔ ناجائز ادب اسلامی نقطۂ نگاہ سے وہ ہے جو انسان کے اندر غلط قسم کے خیالات پیدا کرے چاہے اس میں حسنِ کلام اور تاثیر ہو لیکن وہ انسان میں غلط افکار و خیالات پیدا کرے۔ مثلاً خدا پرستی سے الحاد کی طرف لے جائے یا اس میں شک و تذبذب پیدا کرے، واضح تر حقائق کے مقابلے میں تذبذب اور بے یقینی کی کیفیت پیدا کرے۔ آدمی خیال کرنے لگے کہ معلوم نہیں حقیقت کیا ہے، خدا ہے یا نہیں؟ آخرت ہے یا نہیں؟ انسان میں شکی پن پیدا کر دے۔ یا وہ جو انسان کی توجہ علم آخرت سے ہٹا دے۔ جو انسان کے ذہن میں یہ خیال پیدا کرے کہ

ع۔ بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

اب تو آرام سے گذرتی ہے :: آخرت کی خبر خدا جانے

ب۔ اسی طرح ناجائز ادب کی تعریف میں وہ بھی آتا ہے جو انسان کے اندر جبریّت کا عقیدہ پیدا کرے۔ اسے یقین دلائے کہ تو اس عالم میں مجبور ہے۔ جو گناہ کرتا ہے مجبوری سے کرتا ہے۔ دنیا کا نظام ہی ایسا ہے کہ تو بُرا ہونے پر مجبور ہے۔ جو احساسِ ذمہ داری کو بالکل باطل کر دے اور اسے اس امر پر مطمئن کر دے کہ بھلا آدمی بن کے رہنا یا بُرا بن جانا اس کے بس میں نہیں ہے۔

ج۔ وہ ادب بھی ناجائز کی تعریف میں آتا ہے جو انسان کو مایوس کرے اور اسے یاس اور قنوط کی حالت میں مبتلا کر دے۔ وہ یہ سمجھنے لگے کہ نوعِ انسانی کی

قسمت کے روشن اور منوّر ہونے کے امکانات نہیں ہیں یا بہت کم ہیں۔

د۔ اسی طرح وہ ادب بھی اسلامی نقطۂ نظر سے ناجائز ہے جو انسان کے اندر بُرے جذبات پیدا کرے۔ مثلاً نسل پرستی۔ ایک نسل کو دوسری نسلوں کے مقابلے میں برتر سمجھنا۔ ایک قوم کو دوسری قوموں سے بالاتر قرار دینا۔ دوسروں کو غلام بنانے کا تصور۔ غلط غرور اور فخر یا نفرت اور انتقام کے جذبات اُبھارنا۔ وحشت، ذرندگی اور جنگ جوئی کے جذبات اُبھارنا۔

ر۔ اور وہ ادب بھی ناجائز ہے جو انسانیت کے کسی ایک طبقے کی حمایت اس طرح کرے کہ دوسرے طبقے کے خلاف نفرت پیدا کرے۔ جو یہ بات دل میں بٹھائے کہ دنیا کا نظام ہی ایسا ہے کہ مختلف طبقوں میں کشمکش پیدا ہو۔ جو طبقات کی کشمکش کو لازمی قرار دے۔ جو یہ بتائے کہ انسانی طبقات کے درمیان مساعدت اور باہمی رفاقت، رعایت یا یگانگت کا امکان نہیں ہے۔ جو یہ کہے کہ یہ کشمکش تقاضائے فطرت اور (HISTORICAL) (NECESSITY) ہے۔ گویا تاریخی لحاظ سے واجب ہے کہ انسانی طبقے ایک دوسرے سے لڑیں۔ غرض انسان کو انسان سے متنفر کرنیوالا ادب بھی اسلامی نقطۂ نظر سے ناجائز ادب ہے۔

س۔ اسی طرح وہ ادب بھی ناجائز ہے جو انسان کے حیوانی جذبات کو اُبھارے جو انسان کے لیے اخلاقی بے قیدی کو مقدس چیز قرار دے۔

ص۔ اور وہ ادب بھی جو انسان کے لئے برائیوں کو خوشنما بنائے اور بھلائیوں کو بد نما بنائے۔ جس میں نیکی اور پرہیز گاری اور نیک اور پرہیزگار لوگوں

کا مضحکہ اڑایا جائے اور بد اخلاق لوگوں کو انسانیت کا نمونہ اور معیار قرار دے۔ قرآن مجید کا حکم ہے کہ یہ شیطان کا کام ہے کہ وہ گناہ کو مزیّن کرکے پیش کرتا ہے اور انسان کو کہتا ہے کہ تیرے لیے خوبیاں ان کاموں میں ہیں جنھیں ہر زمانے میں نوعِ انسانی کے رہنماؤں اور صالح لوگوں نے گناہ قرار دیا ہے۔

مختصر طور پر ادب میں یہ تمام رجحانات ناجائز ادب کی تعریف میں آتے ہیں۔

جائز ادب

الف۔ جائز ادب کی تعریف یہ ہے کہ اس کے اندر پاکیزہ جذبات اور خیالات کا اظہار ہو۔ جو حقائق بیان کرے۔ جو انسان کو برائیوں کی طرف لے جانا والا نہ ہو۔ جو بھلائی کو نگاہ سے اوجھل نہ کرے۔

ب۔ جس ادب میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی تعریف ہو۔ جس میں نیک جذبات کا اظہار ہو اور اخلاقِ حسنہ کو بیان کیا جائے۔

ج۔ وہ ادب بھی جو ان برائیوں سے پاک ہو جو ناجائز ادب میں ہیں۔ اگر تفریح کے لئے ہو تو وہ بھی پاکیزہ تفریح ہو۔ خواہ وہ مقالہ، شعر یا افسانہ ہو، وہ برائیوں سے پاک ہو اور برائی کی طرف لے جانے والا نہ ہو۔ اگر کہانیاں بیان کی جائیں تو وہ بھی برائی کو مزیّن کرکے پیش کرنے والی نہ ہوں۔ نری تفریح کو بھی ایک حد تک جائز رکھا جائے گا۔ شعر برائی کی تعریف کرنے والا یا بُرے جذبات اُبھارنے والا نہ ہو۔

اسلامی ادب

مقصد ـــــ اسلامی ادب کی وہ خصوصیت جس سے وہ جائز ادب سے ممیز ہوتا ہے اس کا واضح اور متعین مقصد ہوتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ دنیا کو غیر اسلام سے ہٹائے اور اسلام کی طرف راغب کرے، اسلام کے برحق ہونے پر دلوں کو مطمئن کرے۔ انسان میں اس قسم کا جذبہ پیدا کرے کہ وہ خود اسلام کی پیروی کرے اور دنیا میں اسلامی نظامِ زندگی کو برپا کرے۔

جائز ادب اور اسلامی ادب میں مقصد کا فرق ہے۔ اسلامی ادب صرف جائز حدود کے اندر ہی نہیں رہتا بلکہ آگے بڑھ کر کوشش کرتا ہے کہ لوگوں کو اسلام کی طرف لائے، اسلام کی حمایت کرے۔ دوسرے نظاموں پر تنقید کرکے اسلام کا ایک برتر نظامِ زندگی ہونا ثابت کرے۔ اسلام جن خوبیوں کو چمکاتا ہے انھیں چمکائے اور اسلام کی حمایت میں ایک صحیح عزم لے کر اُٹھنے کا جذبہ پیدا کرے۔

اسلامی ادب کی قسمیں

اسلامی ادب کی دو قسمیں ہیں۔

اقناعی ادب

محرّک ادب

اقناعی ادب ـــــ جس ادب میں اس امر کی کوشش کی جائے کہ علمی اور عقلی دلائل سے انسان کو اسلام کے متعلق حتمی طور پر مطمئن کیا جائے کہ اسلام ہی

حق ہے اور اسلام ہی صحیح نظام ہے۔ جس میں دوسرے نظاماتِ زندگی پر تنقید کر کے بتایا جائے کہ ان میں کیا خرابی ہے ، جس میں دوسرے نظامات کے بُرے نتائج کی تسلی بخش حد تک وضاحت کی جائے۔ جس میں علمی اور عقلی حیثیت سے ثابت کیا جائے کہ ان مشکلات کا صحیح حل اسلام ہی ہے۔ یہ ادب دل و دماغ کو مطمئن کرنے والا ادب ہوتا ہے۔

محرک ادب ـــــ جو مطمئن ہونے والے لوگوں کو عمل پر اُبھارے ، عمل کے لئے اُکسائے اور عمل کی طرف دھکیلے اور اس طرح اقناعی ادب کی قوتِ نفوذ کو دو آتشہ بنا دے۔ یہ ضروری ہے کہ ادب صرف علمی اور عقلی دلائل کا مجموعہ ہی نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ ساتھ محرک بھی ہو۔ محرک ادب کو ہم الکحل کی مثال دے سکتے ہیں۔ جس طرح الکحل دوا کو حل کر کے انسانی جسم میں سہولت سے جذب کرتا ہے اسی طرح اقناعی ادب میں اگر محرک ادب بھی ملا دیا جائے تو وہ انسانی دل و دماغ میں آسانی سے جذب ہو سکتا ہے لیکن جس طرح دوا میں الکحل اس غرض کے لئے ہو گا کہ دوا کے تحلیل کرنے میں آسانی ہو اسی طرح اقناعی ادب میں بھی محرک ادب مقصد اسی کے لئے شامل کیا جائے گا کہ اس کے جذب ہونے میں آسانی ہو۔ اس سے دلائل میں قوت آئے گی اور فکر میں علمی زور پیدا ہو گا۔ محرک ادب کی بنیاد کا بھی علمی حقیقتوں پر مبنی ہونا ضروری ہے۔ محرک ادب میں دلائل بھی ہوتے ہیں ، معقولیت کے ساتھ بات بھی سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن اس کی نمایاں خصوصیت لوگوں کے جذبات کو اُبھارنا ، اُکسانا اور تحریک کے ساتھ ان کا گہرا تعلق پیدا کرنا ہوتا ہے۔

محرک ادب کے تحت شعر ، افسانہ ، خطابت اور صحافت آ سکتے ہیں۔

شعر

شعر آپ جانتے ہیں کہ بڑی محرک طاقت ہے۔ اس طاقت کو آپ نے اس وقت محسوس کیا ہوگا جب کوئی مقالہ سننے کے درمیان مثلاً اقبالؔ کا کوئی شعر آجائے۔ اس وقت آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ اس شعر میں بھی ایک طاقت ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ایک انسان کے سامنے حق کو دلائل کے ساتھ ثابت کر دیا جائے اور وہ شخص جان لے کہ حق وہی ہے لیکن اس کے اندر حق کے لئے کام کرنے کا جذبہ پیدا نہ ہو۔ اس میں کام کی تحریک پیدا کرنے کے لئے اقناعی ادب کے ساتھ محرک ادب کا ہونا بھی ایک ضروری چیز ہے تاکہ وہ ان لوگوں کو جو اسلام کے حق ہونے پر مطمئن ہیں عمل پر بھی ابھارے۔

شاعر

اس میں ایک خطرہ بھی ہے۔ شاعر کے اندر یہ کمزوری ہوتی ہے کہ اس کا ذہن ہر طرح کے تاثرات سے متاثر ہوتا ہے۔ شاعری میں لازمی ہے کہ اس کے اندر جذبات ہوں۔ اس میں ایک طوفانی کیفیت ہوتی ہے اس لئے یہ ہر راستے اور ہر وادی میں بہ نکلتی ہے۔ شاعر ہر وقتی واقعہ سے متاثر ہو کر شعر کہتا ہے اس لئے اس میں توازن کا قائم رہنا ذرا مشکل ہوتا ہے۔ اسلامی ادب اور مبالغے میں عداوت ہے، چاہے وہ مبالغہ اللہ اور رسولؐ کی تعریف میں ہی کیوں نہ ہو۔ اس میں بھی توحید کے بیان میں شاعر شرک میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اس لئے شاعری میں خطرہ ضرور رہتا ہے اسی لئے قرآن مجید میں کہا گیا ہے فِیۡ کُلِّ وَادٍ یَّهِیۡمُوۡنَ (ہر وادی میں بھٹک جاتے ہیں)

اسی لئے شعر کو اگر اسلامی ادب کا جزو بنانا ہے تو اسے بہرحال حدود کا پابند ہونا چاہیئے۔ مبالغہ بھی حد کے اندر رہنا چاہیئے۔ شعر میں اگر مبالغہ نہ ہو تو زور پیدا نہیں ہوتا۔ شاعر اگر مخالفین پر تنقید کرے تو دیکھے کہ وہ حد میں ہے۔ ہجو بھی کرے تو حد میں کرے۔۔۔۔ دشمنِ اسلام لوگوں کے عیوب واقعی بیان کرے یا لکل گالم گلوچ اور گندہ ذہنی پر نہ اُتر آئے بلکہ شریفانہ طور پر کرے۔ تعریف کرے تو حد کے اندر کرے اور ممدوح میں وہ خوبیاں بیان نہ کرے جو خدا اور اس کے رسولؐ کے لئے ہونی چاہیئے۔ ممدوح کو بناوٹی خدا نہ بنا کر رکھ دے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ایک اسلامی شاعر شعر کہے تو اسلام کی حدود کے اندر رہتے ہوئے کہے۔ حسنِ کلام بھی ہو اور تاثیرِ کلام بھی لیکن دونوں اپنی اپنی حدود کے اندر رہوں باہر نہ ہوں۔

افسانہ

اسی طرح افسانہ بھی ایک محرک کلام ہے۔ یہ بھی لوگوں کے جذبات میں تغیر پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ انسان غلط بیانی نہ کرے۔ جو تصویر پیش کرے وہ واقعی صحیح ہو۔ وہ غلط قسم کی تصویر پیش نہ کرے۔ اگر وہ اپنے مخالفین کی اخلاقی حالت کا جائزہ لے تو ان کے اعمال کو مسخ نہ کرے، ان کی حقیقی کمزوریاں ہی بیان کرے۔ ان پر کوئی غلط الزام نہ لگائے اور ان کی طرف کوئی غلط چیز منسوب نہ کرے۔ اگر وہ اپنے پیشِ نظر نظام کے عمدہ پہلوؤں کی نشاندہی کرے اور اس نظامِ زندگی کو پیش کرنے میں ادب کی طاقت استعمال کرے اور اس کی خوشنما تصویر پیش کرے تو لوگوں کو بے جا امیدیں نہ دلائے، غلط توقعات پیدا نہ کرے۔ افسانوی ادب میں یہ خوبی ہونی چاہیئے کہ

اس میں کھلی کھلی بھونڈی تبلیغ نہ ہو۔ قاری یہ محسوس نہ کرے کہ اسے کسی مخصوص سمت کی طرف لے جایا جا رہا ہے تاکہ پڑھنے والا خود بخود افسانہ نویس سے متفق ہو جائے۔ تبلیغ کو وہ تقریر یا مقالے کی نثر میں تو برداشت کرے گا لیکن جب افسانے میں کھلی کھلی تبلیغ آنی شروع ہو جائے تو پھر انسانی طبیعت میں مزاحمت پیدا ہوتی ہے۔ میں نے ایسے افسانے پڑھے ہیں جو بہتر مقصد کے لئے لکھے گئے تھے لیکن پڑھتے وقت میں نے خود محسوس کیا کہ افسانہ نگار اپنے خلاف ہی جذبات ابھار رہا ہے۔ جو افسانہ نویس کھلم کھلا سامنے آ کر دلائل سے بحث کرے وہ اپنے مقصد پر ظلم کرتا ہے۔ افسانوی ادب کی خوبی تو یہ ہے کہ وہ اس طریقے سے قاری کے سامنے آئے کہ قاری اس سے متوحش نہ ہو۔ پڑھنے والا ہرگز یہ محسوس نہ کرے کہ اسے کسی طرف دھکیلا جا رہا ہے بلکہ وہ خود بخود اس طرف بڑھتا چلا جائے۔ وہ یہ محسوس نہ کرے کہ اسے ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا جا رہا ہے بلکہ وہ اپنے آپ کو افسانہ نویس کے ساتھ چلتا ہوا محسوس کرے۔

صحافت

محرک ادب میں صحافت انسانی ذہن کو ڈھالنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ اس میں بھی اسلامی صحافت اور غیر اسلامی صحافت میں بنیادی امتیاز ہو گا۔ اسلامی صحافت کبھی جھوٹ پر مبنی نہ ہو گی، وہ ہمیشہ واقعات پر مبنی ہو گی۔ جو شخص واقعات کو توڑ مروڑ کر لوگوں کے سامنے لاتا ہے وہ ذہنی نامردی دکھاتا ہے، وہ ڈرتا ہے کہ جس طرف میں لوگوں کو لے جانا چاہتا ہوں وہ غرض اصلی واقعات بیان کر دینے سے پوری نہ ہو گی۔ اسلامی صحافت ایک بہادرانہ اور مردانہ وار صحافت ہے۔ وہ اگر اپنے مخالف پر حملہ کرے گی تو اس کی اصلی پوزیشن بھی جوں کی توں سامنے رکھ کر حملہ کرے گی، اس کی طرف کوئی

غلط پوزیشن منسوب نہ کرے گی۔

اس کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ حمایت و مخالفت دونوں میں صداقت کے بنیادی اصولوں پر قائم رہے گی۔

وہ جس کی مخالفت کرے گی اسے خواہ مخواہ شیطان نہ بنائے گی بلکہ اس کی اصلی کمزوریاں بیان کرے گی اور جس کی حمایت کرے گی اسے خواہ مخواہ فرشتہ بھی نہ بنائے گی بلکہ اس کی اصل خوبیاں سامنے لائے گی۔ جس نظام کی حمایت کرے گی اس کے لئے جھوٹ کے ذریعہ رائے عامہ ہموار نہ کرے گی۔ غلط قسم کے وعدوں سے غلط توقعات دلاکر لوگوں کو اس طرف نہ دھکیلے گی بلکہ اس نظام زندگی کے نفاذ سے جو واقعی نتائج ہو سکتے ہیں وہی پیش کرے گی۔ یہ اسلامی صحافت کی اصلی خصوصیت ہے۔

دوسری چیز زبان کی ستھرائی اور پاکیزگی کی پابندی ہے۔ وہ کیچڑ نہ اُچھالے گی۔ گالیاں دینے والی صحافت اسلامی صحافت نہیں ہو سکتی۔ ایک مسلمان اخبار نویس اپنے مخالف کے خلاف اگر لوگوں کے جذبات اُبھارے گا تو شریفانہ طور پر بھلے آدمیوں کی طرح۔ وہ گالیاں نہ دے گا۔ زبان کی ستھرائی اور صداقت اسلامی صحافت کی نہ صرف ایک خصوصیت ہے بلکہ کامیابی کے لئے ناگزیر ہے۔

خطابت

اسی طرح محرک ادب کی ایک قسم خطابت بھی ہے۔ ایک اعلیٰ درجے کا خطیب پوری قوم کو حرکت میں لے آتا ہے۔ اس میں رونے والوں کو ہنسانے اور ہنسنے والوں کو رُلانے کی طاقت ہوتی ہے۔ وہ لوگوں کو لڑا سکتا ہے، ہٹا سکتا ہے، بڑھا سکتا ہے۔ یہ طاقت بھی ہمارے لئے مفید ہو سکتی ہے لیکن اسے بھی جو چیز اسلامی بناتی ہے وہ

خطیب کا اسلامی حدود کا پابند ہونا ہے۔

جاہلی خطیب

ایک غیر اسلامی خطیب کی خصوصیت ہے کہ اس کی زبان بے مہار قینچی کی طرح چلتی ہے۔ ہجو کرتا ہے تو مخالف کو شیطان بنا دیتا ہے۔ تعریف کرتا ہے تو ممدوح کو خدا سے ملاتا ہے۔ نفرت پھیلاتا ہے تو بدترین جذبات کو حرکت میں لے آتا ہے۔ بولتے وقت بالکل محسوس نہیں کرتا کہ میں حق بات کہہ رہا ہوں یا اس سے تجاوز کر رہا ہوں۔ وہ ہر ممکن طریقے سے لوگوں کو اپنے ساتھ بہالے جانے کی کوشش کرتا ہے اور اس میں اس کا ہرگز خیال نہیں کرتا کہ اس کی زبان سے حق نکل رہا ہے یا باطل۔

اسلامی خطیب

اس کے برعکس ایک مسلم خطیب انتہائی جذبہ اور جوش کی حالت میں بھی زبان قابو میں رکھتا ہے۔ وہ نہ نفرت پھیلائے گا نہ مخالفوں پر بے جا الزام اور اتہام رکھے گا، نہ غصے میں الفاظ کے تیر برسانے کی کوشش کرے گا۔ سخت غصّے کی حالت میں بھی اپنی زبان اور جذبات پر قابو رکھے گا اور یہ خیال رکھے گا کہ اس کی زبان سے کوئی بات حق کے خلاف نہ نکلے۔ وہ پاکیزہ جذبات ابھارے گا، گندے اور انسانیت کو گندہ کرنے والے جذبات نہ ابھارے گا۔ یہ اسلامی خطابت کی مختصر تعریف ہے۔

ہمیں اگر کسی ملک میں ایک اسلامی تحریک کو برپا کرنا ہے تو لامحالہ ہمیں ادب کی ساری اقسام سے کام لینا ہوگا۔ ہمیں بہت بڑی ضرورت ہے کہ ہمارے اندر اقناعی ادب کے لکھنے والے پیدا ہوں۔ ابھی یہ میدان بہت کچھ خالی ہے۔ ہمیں اس امر کی ضرورت ہے کہ ہمارے درمیان اعلیٰ درجے کی تحقیقات کرنے والے لوگ

پیدا ہوں۔ ہمیں ضرورت ہے کہ وہ اپنے نتائجِ فکر علمی دلائل کے ساتھ مرتب کر کے لوگوں کے سامنے پیش کر سکیں۔ میں اکثر محسوس کرتا ہوں کہ سب سے زیادہ جس محاذ پر ہم کمزور ہیں وہ ادب کا ہی محاذ ہے۔ بہت کم لوگ ہیں جو قرآن و حدیث کے گہرے مطالعہ کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم میں بھی اتنی بصیرت رکھتے ہوں کہ وہ اپنے نتائجِ فکر زبردست علمی اور عقلی دلائل کے ساتھ سامنے لائیں اور یہ ثابت کریں کہ دنیا کے دوسرے نظامہائے فکر انسانیت کے لئے قطعی موجبِ فلاح نہیں ہیں۔ انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں دنیا کی خالص اسلام کے نقطۂ نظر سے رہنمائی کر سکیں اور اپنے افکار کو زبردست دلائل کے ساتھ پیش کر سکیں تاکہ پڑھنے والے مطمئن ہو جائیں۔ اس نوعیت کی تحریریں بہت کم ہمارے اخبارات میں دیکھنے میں آتی ہیں۔

ترجمہ

پھر ہمیں ایسے ادیبوں کی بھی ضرورت ہے جو فنِ ترجمہ کے ماہر ہوں۔ اسلامی ادیبوں میں ترجمہ کرنے والوں کی بھی کمی ہے۔ بہت کم ترجمے ایسے نظر آتے ہیں جن میں ترجمہ پن نہ پایا جاتا ہو۔ یورپ اور امریکہ نے ترجمے کے فن کو اتنی ترقی دی ہے کہ تحریر ترجمہ کی بجائے اصل تصنیف محسوس ہوتی ہے۔ دوسری زبانوں کے متعلق تو نہیں کہا جا سکتا البتہ انگریزی زبان میں کثرت سے ایسے اچھے ترجمے دیکھے ہیں جن میں ترجمہ پن قطعی نہیں پایا جاتا۔ لیکن ہمارے ہاں ایسے آدمی بہت کم ہیں جو انگریزی اور عربی لٹریچر کو اردو میں منتقل کریں کہ جس سے زبان کی اجنبیت محسوس نہ ہو۔ ابھی تک ہمارے ہاں دو ایک آدمیوں سے زیادہ نہیں ہیں۔ ایک دو آدمی اردو کے اسلامی لٹریچر کو عربی میں منتقل کر رہے ہیں، انگریزی میں کوئی بھی نہیں ہے۔ ہمارا جو

تھوڑا بہت لٹریچر ترجمہ شدہ ہے اسے پیش کرتے ہوئے بھی ہم شرم محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح ہمیں ایسے مترجمین کی بھی ضرورت ہے جو انگریزی، عربی، فارسی اور دوسری زبانوں سے بھی اردو میں ترجمے کریں۔ عربی زبان اسلامی علوم و فنون کا اتھاہ سمندر ہے۔ اُردو کے پرانے ترجمے ناقص ہیں۔ شاہ ولی اللہ کی کتابوں کی مانگ ہے لیکن اس وقت تک ان کی کتابوں کا کوئی ترجمہ ایسا نہیں ہو سکا جو موجودہ زمانے کے تعلیم یافتہ طبقے کے لئے قابلِ فہم ہو۔ ابن تیمیہ، ابن قیم کے علوم کے بیش بہا ذخیرے ہیں لیکن افسوس کسی کتاب کا ایسا ترجمہ نہیں ہوا جس سے ہمارے تعلیم یافتہ لوگ فائدہ اٹھا سکیں۔ حدیث کا پورا ذخیرہ محتاج ہے کہ اسے موجودہ زمانے کی اعلیٰ ادبی زبان کے مطابق ترجمہ اور ترتیب دیا جائے اور جو ترجمے ہیں ان کے متعلق شکایت ہے کہ وہ معیار سے کم ہیں۔ اب جو لوگ انھیں اردو میں منتقل کریں وہ ہمارے تعلیم یافتہ طبقے کے ذوق اور عوام کے فہم کا لحاظ رکھتے ہوئے کریں۔

نوجوانو! آگے بڑھو

اسی طرح سے ہمیں شدید ضرورت ہے کہ ہمارے اندر مسلم اخبار نویس پیدا ہوں۔ اس سے میری مراد مسلمان اخبار نویسی ہے۔ ایسے صحافیوں کی ہمیں بڑی ضرورت ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اگر ایک اخبار بھی ایسا نکالنے کی کوشش کی جائے جو اسلامی حدود و اخلاق کا پابند ہو، جو صحیح طور پر اسلام کی ترجمانی کرے، جو بے لگام صحافت سے بچنا چاہے تو ایسے اخبار کے لئے اسٹاف نہیں ملتا۔ ان ضروریات کو میں اس لئے بیان کر رہا ہوں تاکہ ہماری قوم کے نوجوان جنھیں خدا نے اعلیٰ درجے کی دماغی صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں وہ ان ضرورتوں کو محسوس کریں اور ان کے لئے اپنے

آپ کو تیار کریں۔ ہر شخص کو اپنے آپ کو ٹٹول کر دیکھنا چاہیئے جو ادب کے جس شعبے کے لئے موزوں ہے وہ اپنے آپ کو اسی کے لئے تیار کرے، جو خطابت کی صلاحیت پاتے ہوں وہ اپنے آپ کو اسی کے لئے تیار کریں تاکہ ان کی یہ قوتِ ناطقہ اور قوتِ کلام خدا کے کام میں آئے۔ جن کے اندر لکھنے کی صلاحیت ہو تو وہ اپنا جائزہ لیں کہ وہ کس نوعیت کے کام کے لئے زیادہ موزوں ہیں؟

صحافت، شاعری، افسانہ نویسی جس چیز کے لئے اپنے آپ کو موزوں پائیں اسی کے لئے اپنے نفس کی تربیت کریں اور جو لوگ بہتر علمی اور دماغی صلاحیتیں رکھتے ہوں وہ علم کے مختلف شعبوں میں آگے قدم بڑھائیں، اقتناعی ادب میں تحقیقی کام کریں۔

ہم ایک بڑے طوفانی دَور سے گذر رہے ہیں۔ اس وقت دنیا میں دو نظریوں کی کشمکش جاری ہے اور وہ ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔ ہم ان کے درمیان تیسرے نظریے والے ہیں۔ ہمیں کوشش کرنی ہے کہ اپنی ساری قوتوں سے اپنے نظریۂ حق کو کامیاب بنائیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہیں۔ قوتِ ناطقہ اور قوتِ فکر و فہم سب سے زیادہ ضروری ہیں۔ جسمانی طاقتیں بھی ان طاقتوں سے علیحدہ استعمال نہ کی جائیں۔ میں خاص طور پر اپنے نوجوانوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ وہ اس جمود کو ختم کریں اور ادب کے ہر شعبے میں آگے بڑھیں۔ مجھے توقع ہے کہ میری یہ اپیل بہرے کانوں سے نہ سنی جائے گی اور رفتہ رفتہ ادب کے محاذ کی طرف ہمارے نوجوان کثرت سے متوجہ ہو جائیں گے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

(جہانِ نو، کراچی۔ نصف آخر ستمبر ۱۹۵۰ء)